Category Y

AL-HAYAT Research Journal

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL

Volume 3 Issue 2 (Jan-Mar 2026)

قرۃ العین حیدر کا ناول "آگ کا دریا" کا تجزیاتی مطالعہ

An analytical study of Qurratulain Hyder's novel *"Aag Ka Darya"*

*نیلم امبرین

پی ایچ ڈی اسکالر این سی بی اے اینڈ ای ملتان

**ڈاکٹر رافعہ ملک

شعبہ اُردو این سی بی اے اینڈ ای ملتان

Neelam Ambreen
Ph.D. Scholar NCBA& E Multan
neelamambreen4@gmail.com
Dr. Rafia Malik
Urdu Department NCBA& E Multan
rafiamalik7151@gmail.com

Abstract

Qurat-ul-Ain Haider is a renowned Urdu novelist best known for her masterpiece "Aag Ka Darya." She stand as one of the most distinguisehed authors in Urdu Literature. this article examines the unique stylistic features of her novel "Aag ka Karya". The novel adops a distant narrative method compared to earlier Urdu fiction, as it partirarys three thousand years of the subcontinents history through its staryline. The winter affairms that Qurat-ul-Ain Haider's efforts and literary contributions with for hold a significant place in Urdu literature.

Key words: *Distinguished, Author, Novelist, Aag ka Darya, Urdu Fiction, Subcontinents, Significant, Place, Urdu Literary, Stylistic features, Masterpiece*

زندگی کے ہمہ جہت مراحل اور کسی سماج کی اجتماعی اور انفرادی بقا کو تسلیم کرنا اس کی اسلامی تہذیب و تمدن سے ہے۔ لوگوں کے سماجی اور ثقافتی آغاز اور زندگی کے لیے نسل اور ان سے منسلک بقا کے دیگر لوازمات پائے جاتے ہیں جو ان کو طاقت اور نسلی قوم کی برادری میں ایک نئی واقفیت دیتے ہیں۔ تہذیب در حقیقت معاشرتی اقدار اور تخلیقی اقدار کے ساتھ غرض سے ایک ربط کا نظام ہے۔

"آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کے ناول میں فکری انداز، صوفیا کرام، موسیقی کا فن، کلچر، شعر و شاعری، عروض کا فن، سیاسی اقتدار ہندوستانی مغلوں کی حکومت کو ختم کرنے کی تصویر کشی پائی جاتی ہے۔ ناول کی جزئیات نگاری میں تہذیب و ثقافت کی منظر کشی کا تصور پایا جاتا ہے۔ اسلامی کلچر کے رہنما کے طور ابو المنصور کمال الدین شعور کے ان سب اداروں سے مستفید ہو چکے ہیں جو اس زمانے میں انتہائی واقفیت رکھتے تھے اور ہر جگہ مشرق اور مغرب میں مقبولیت حاصل کی۔ وہ اپنا تعارف اس طرح سے کرتے ہیں "وہ ایران اور فارابی کے فخر الدین اندلس کے ابن رشد، بخارا کے ابن سینا اور ابن العربی کا تفصیلی تجزیہ کر چکے تھے وہ اپنا گرو ابن خلدون کو ہی مانتے تھے اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ متحدہ عرب کی قوموں کے حالات و واقعات کو تحریر کرنے کی ابتداء کرے۔

ناول "آگ کا دریا" کی ابتداء گوتم بدھ سے ہوتی ہے اس میں خود کلامی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس وجہ سے دوسری شخصیت جو کہ ہری شنکر کے نام سے ظاہر ہوتی ہے ان دونوں کے مابین عالمی بات چیت کی صورت حال کو پڑھنے والے کی آگہی میں مزید آگے بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ اس ساری فضا کے پس منظر میں فنی صلاحیتوں کی بہترین مثال ہے۔

CC BY

اس کے ذریعے ان عنوانات کا ذکر بہت اہم ہے کہ ادھر کہانیاں یا داستان کی صورت اپنی راہ گزارتے ہیں اور بہت سے ادوار ان کی گرفت میں آجاتے ہیں۔ گوتم کا دور کوش کے بادشاہوں کا عہد اختتامیہ اور پہلا عہد چندر گپت کا ہے۔

1957ء میں ناول "آگ کا دریا" پورا ہو گیا تھا مگر اس کو شائع کرنے میں تھوڑی دیر ہو گئی۔ 1959ء میں یہ پہلی مرتبہ چھپ گیا۔ اس کے متعلق احسن فاروقی اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

> "1959ء میں قرۃ العین حیدر کا ناول "آگ کا دریا" شائع ہوا۔ وہ اپنی تمام تحریروں کو اہمیت دیتی اور دیگر نقاد ان ناولوں کو شاہکار ناول قرار کرتے"۔

ناول "آگ کا دریا" کو اُردو کا ادب میں مقبولیت کے حامل قرار دیا گیا۔ قرۃ العین حیدر کا یہ ناول پوری طرح سے شعور کی رو کی تکنیک سے شامل ہے اس ناول کو معاشرتی اور سیاسی اعتبار سے بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ مغربی مفہوم کے حوالے سے یہ ناول بہت زیادہ قریب دکھائی دیتا ہے۔

ناول "آگ کا دریا" سے یوں اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرۃ العین حیدر برصغیر کی اکثر تہذیب و ثقافت کی واقف ہیں، اس صورت حال کا مصنفہ نے اس طرح سے تذکرہ کیا ہے کہ تین ہزار سال کی بگڑے ہوئے پرانے حالات و واقعات صاف نظر آجاتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے اس ناول کے حوالے سے قدیم فلسفے میں ہندوستان کی قوم اور ثقافت کا تابناک چراغ کو روشن کیا ہے یوں "آگ کا دریا" ناول اس تاریخی فلسفے کے مناظر کی مثال ہے۔

اُردو ناول کو قرۃ العین حیدر نے ناول "آگ کا دریا" کی مشکل میں وہ زندہ جاندار انعام عطا کیا ہے جس کے درمیان گزشتہ دور اور آگے مستقبل اور حال عہد تک کی کہانی ہے۔ اس کو تحریر کر کے ناول نگاری کے مقابلے میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اُردو ناول میں آج تک ٹالسٹائی کی طرح حالت سچائی کے طور پر قائم تر کر سکا تھا۔ مگر قرۃ العین "آگ کا دریا" ناول میں گوتم بدھ کے دور سے تقسیم ہند تک امن اور فساد کے مسائل و مشکلات کو فلسفیانہ انداز سے اور اس کے زوال کا چراغ جلانے میں کمال تحریر صلاحیتوں کو ثابت کیا ہے۔ مجتبیٰ حسین جو کہ مصنفہ قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ ناول "آگ کا دریا" ایک ناول نہیں بلکہ شعر ہی ہے اس شعر کے اندر کلچر کی طاقت، خوابوں کا تذکرہ اور ایک لامتناہی لگن اور دلچسپی کا تسلسل ہے۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے (جگر)

ناول "آگ کا دریا" میں پہلے پیراگراف میں انتہائی اثر انگیز اور معنی خیز ہے کہ ان کے حوالے سے مصنفہ کے فنی زاویے اور لہجے کو بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ ناول "آگ کا دریا" گزشتہ زمانے کی یاد دلاتا ہے۔ اس ناول کے حوالے سے عہد سے ماورا ہو کر سالوں کی قدیم اقدار کو سمجھا جا سکتا ہے اس ناول میں انسان اور اس کے قدرتی حالات و واقعات کے مناظر سے شناخت بھی میسر ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر میمونہ انصاری رقمطراز ہیں:

> "تاریخی ناول نگاروں کے برخلاف قرۃ العین حیدر نے پہلی مرتبہ تاریخ کے واقعات کو تکنیک کے ساتھ اُردو ناول میں سمو دیا ہے۔ مختلف ادوار کے نمائندہ افراد قصے کے تانے بانے کو اس طرح بناتے چلے جاتے ہیں کہ پلاٹ کے الفاظ اور ترتیب میں کوئی فرق نہیں اور مغالتوں سے قصہ میں وحدت تاثر آخر وقت تک قائم رہتی ہے نقطہ ظر اور نصب العین کی علامت اور ناول نگار کا خلوص ناول کے اس وسیع اور ہمہ گیر کینوس پر گہرائی اور بوجھل پن پیدا نہیں ہوتے دیتا۔ یہ ناول اس کے خالق کی عملی صلاحیت کی گواہ ہے"۔(1)

ناول کو چار ادوار میں تجزیاتی مطالعہ کے لیے تقسیم کیا جاتا ہے ہر عہد ایک باقاعدہ وحدت رکھتا ہے اور آنے والے عہد سے وابستہ بھی۔ مرد کردار کے بارے میں نظر دوڑائیں تو ابوالمنصور، گوتم، سرل اور ہری شنکر وہ ثقافتی عہد ہیں جو آپس میں وابستہ ہیں اور ہر سیر و تفریح کے آخر میں دوسرے سفر نامے کا آغاز بن جاتا ہے۔ پہلے عہد کی ابتداء برصغیر پاک و ہند کی تاریخ، ویدک کلچر سے ہو جاتا ہے۔ چندر موریہ کے عہد کی روشن چمکتا ہوا اور مہاتما بدھ کے تصورات کو چمپا اور نیلمبر کے کرداروں کو میسر ہے۔ نیلمبر گوتم بھی برہمن ہی ہے جن کی تشبیہ ایک تصور، تخلیق کار، عقل مند اور طالب کے علم و شعور کو حاصل ہے۔ وہ وفادار اور مخلص بہت ہے انسان ہمدردی اور سکون پر ایمان رکھتا ہے۔ ایودھیا کی لڑکی چھمپا ہے۔ اس کو رقص سے دلچسپی ہے۔ وہ مزاج میں صاف اور نرم شگفتہ دل اور ایماندار ہے۔ شخصیات جو ثقافت زندگی کی حرکت اور معاشرتی تفہیم کی ناول کے ہر عہد میں انفرادیت اور صلاحیتوں اور خوبیوں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ صرف نام تبدیل ہو جاتے ہیں مگر روداد حیاتی میں واضح تفریق دکھائی نہیں دیتی۔

تیسرے عہد میں عہد وسطیٰ کی حیثیت کے ساتھ ایک جدید کلچر ہندوستان برصغیر کے پس منظر کا عکس دکھائی دیتا ہے۔ ابوالمنصور اس کی نمائندگی کرتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے ان کرداروں کے مابین عربی کو عجمی پر تہذیبی و ثقافتی پرتوں کو کھنگالا ہے۔ جو صرف مشرق کی دنیا کی صورت میں پالیتی ہے۔ ابوالمنصور کی بہادری، جدید تعلیم، پرورش اور فلسفے کا تذکرہ ہے۔

CC BY

صوفی اور بھگتی تحریک کے سہارے تہذیب و ثقافت کا یہ دیوانہ کاشی سے بنگال کی طرف چلا جاتا ہے۔ وہاں ایک شودر کی بیٹی سے شادی کرتا ہے جو کہ برہمن کی بیٹی چمپاوتی جدائی کے بڑے دکھ اور غم سے گزر رہی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے آنے سے منسلک تہذیب اور ثقافت ردوبدل کی وضاحت کو ماننے کے بعد مغلیہ عہد کے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت کو بیان کیا ہے۔ تیسرا عہد نو آبادیاتی نظام کی تصویر کا عکس ہے اودھی تہذیب خاص طور پر لکھنو کے معاشرے میں عیاشی کی مجلسیں لگتی ہیں۔ گوتم، سرل، ایشے، نیلمبر اور چمپا بائی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یورپ سے ہندوستان علم کا مرکز قائم ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس ردوبدل اور عمل اور تصور سے برصغیر کے رہن سہن، طور طریقے اور رسومات اور احساس کو ہلا کر رکھا۔

ناول کے چوتھے اور آخری حصے میں ملک وطن کی آزادی، وطن کی تقسیم، نقل مکانی اور خواتین پر ہونے والے ظلم کی عکاسی ہے۔ انگریزوں کی حکومتیں تقسیم ہند اور بغاوتوں کے پس منظر جو کہ حالات و واقعات کو جزو بنا چکے ہیں۔ تہذیب و ثقافت کے نشیب و فراز سے داخل ہوتے ہوئے برصغیر ہندوستان کی تہذیب، روایت کی کہانی فنی اعتبار سے بیان کی گئی ہے کہ تاریخی لہریں فنی مظہر میں منقلب ہوتی ہیں۔ ادھر ہر نسل کے لوگ تہذیبی و تمدنی اور اجتماعی واقعات ان کے رہنے کے طور طریقے، بلندی و پستی اس کے بنیادی تصور اختتام تک متاثر نہیں ہوتے۔ ایک جیسی ثقافت کو ائم رکھنے اور تقسیم ہند کے منتشر ہونے کے باوجود رواداری کو پیدا کرنے کی سلیقہ شعار ناول کو قدیم واقعات اور تاریخ سے بالکل الگ کر دیا ہے کہ تاریخ انسانوں کی سائنس کا حساب کتاب نہیں رکھتی۔ لہٰذا قرۃ العین حیدر نے پرانی حقیقتوں کو پیش کرنے کے ضمن میں مختلف سی کہانی (افسانہ) اور سچے رشتے کی فنی تفصیل خصوصاً اقتباس میں کیا ہے۔ اگر فکر کریں تو بہت زیادہ کردار کی خدمات ہیں۔ صلاحیت اور چمپا پڑھنے والا کا خاص طور پر مرکزیت حاصل ہے۔ ان کے درمیان بہت سارے سوالات اٹھتے ہیں مثال کے طور پر ایک بہت بڑا اعظیم الشان وطن کی تقسیم کیوں ہوئی؟ ہم کیا اس کی تہذیب و تمدن کی دیکھ بھال اور خیال رکھ سکتے جن کے متعلق بیان کیا گیا تھا:

یونان و مصر و روما سب مٹ گئے جہاں سے
اب تک مگر ہے باقی نام و نشان ہمارا

ناول کا عنوان وقت اور تاریخ ہے تاریخ کی سوچ وقت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا ہے وقت ہی وہ ذریعہ ہے جو قدیم صورت حال کو ایک تسلسل قائم کرتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اس ناول میں وقت کا جو خیال اور تصور بیان کیا ہے وہ روایت کا وقت سے علیحدہ اور جدا ہے۔ قرۃ العین حیدر کا اس ناول میں دنیا کے بارے میں بڑا تجزیہ کافی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے انسانوں کی زندگی کے بہت سے روپ، اخلاقی کردار کی قدرتی حالتوں کو بیان کیا ہے۔

ناول "آگ کا دریا" میں فلسفیانہ شعور اور عصری حسیت کی گہرائی فن کی صلاحیت کے ساتھ موجود ہے مذکورہ ناول فلسفہ و فکر اور نقطہ نظر اور پیش کش کی بہترین مثال ہے۔ عصری نقطہ نگاہ سے داستان گو داستان تخلیق کرنے کے سب لوازمات ناول میں فتح کے ساتھ قائم کیے گئے۔ ناول کو فنی لحاظ سے شاہکار تخلیق کرنے کی کہانی کو تخلیق نگاری نوازنا تخلیق کرنے والے کا سب سے پہلا فرض ہے۔ فلسفہ تہذیب اور فلسفہ وقت کے سوا اس ناول میں اس دور کے تضاد کو فلسفیانہ بحث کے حوالے سے اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ کسی مقام ہری شنکر اور گوتم کی آپس میں گفتگو کچھ اس طرح سے ہوئی ہے۔ مکالمہ نگاری کو تہہ داری سے پیش کیا ہے:

گوتم نے لیٹے لیٹے جواب دیا
تمہارا نام کیا ہے؟
میں کا کوئی نام نہیں ہوتا
تفریق کے لیے نام ضروری ہے۔
شراوستی کے جن پنڈتوں کے گھرانے میں پیدا
ہوا وہاں دوسرے پنڈتوں سے پوچھ کر
میرا نام گوتم رکھا گیا تھا۔
بھائی گوتم نیچے آجاؤ
تم خود اوپر کیوں نہیں آتے۔
اونچائی اور اونچائی محض ذہنوں کے فرق سے ہوں
تم کو کیا معلوم جسے تم اونچائی سمجھ رہے ہو
وہ پاتال سے بھی گہری ہو"۔

پروفیسر مولا بخش کے اس عبادت کے پیش نظر یہ سوال قائم کیا ہے کہ:

"یہ بات چیت بظاہر بلندی و پستی آنے یا بلانے، نیز کسی کا نام پوچھنے جیسے اور مردہ کے بہانے گہرے فلسفیانہ نکات سامنے لاتی ہے۔ ایسے موقع پر ناول میں اس نوع کا رجحٹ اگر بلاضرورت آجائے تو فلسفہ اور ادب میں فرق کرنا مشکل ہوگا"۔(2)

قرۃ العین حیدر کے اس ناول میں گہری تہذیب اور تاریخ کے ادراک اور شعور معلوم ہوتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے کرداروں کے بہت سے ڈرامے یوں تصویر کشی کی ہے کہ ان کے مابین زندگی کا متحرک حساسیت اور نفسی حالتیں مکمل طور پر وجود میں آگئی ہیں۔ قرۃ العین حیدر نے کرداروں کے باطنی اور خارجی نقشہ باصلاحیت اور بخوبی سرانجام دیا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی اسلوب کی تعریف کے نقطہ نگاہ سے اس طرح پیش کرتے ہیں۔

"خیالات و جذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت (انفرادی خصوصیات) کے مشلو سے وجود میں آتا ہے اور چونکہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفہ حیات اور طرز فکر و احساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں"۔(3)

ناول "آگ کا دریا" کا اپنا الگ اسلوب ہے۔ بعض اسلوب مرکزی اسلوب میں روشن چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بہت سے فنکار ہنر مند ان کو سماجی اور فضا کے درمیان تعلق کی حیثیت کا مکمل احساس ملتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کی لاتعداد اصطلاحات داستان کے تانے بانے ناول میں علم و فن میں اس قدر سمادی گئیں ہیں کہ بنانے والی لسانیات کے پہلو کا پتہ لگتا ہے۔ اس ناول میں پس منظر کو حقیقت پسندی سے پیش کیا گیا ہے۔ "اُردو ناول پر وجودیت کا اثر" میں پروفیسر وحید اختر نے خود مضمون میں اسی مسئلہ پر انتہائی اہم بات چیت کی ہے وہ رقمطراز ہیں:

"حال ماضی میں شریک ہے اور مستقبل میں بھی لمحہ موجود، لمحہ گذشتہ آئندہ سے بندھا ہوا ہے وجودیت میں وقت کا یہی تصور ملتا ہے۔ ایلیٹ کی نظم کو سہ نامہ آغاز بناکر قرۃ العین حیدر وقت کے کردار کی تصویر کشی کرتی ہے"۔(4)

1947ء تک کا عہد وہ بھائی چارا پیغام رسانی والا دور تھا۔ جن میں مسلمان ہندو دونوں آپس میں گھل مل کر رہتے تھے۔ قرۃ العین حیدر اس ناول "آگ کا دریا" میں مکمل تصویر کشی کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ وہ بیان کرتی ہیں:

"پرانا نظام بدل چکا ہے، گوڑ اور لکھنو اور پٹنہ اب خواب و خیال ہوئے۔ وہ لڑکوں کی دلی کا خامہ ہوا۔ دلی اب مغلوں کی ہے۔ لیکن کستان موجود ہے، وہ گھٹنوں تک پانی میں جھکا دھان کی فصل بو رہا ہے۔ وہ بیلوں کی جوڑی ہنکاتا میگھنا کے کنارے کنارے جارہا ہے۔ وہ بھاگرتی کی سطح پر کشتی کھیتا اور گیت گاتا ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی سمت رواں ہے۔ وہ مرشدوں اور بھگتوں کے قدموں میں بیٹھا کیرتن اور معرفتی نغمے الاپ رہا ہے۔ بنگال کا کسان ابوالمنصور الدین زندہ ہے اور زندہ رہے گا وہ تو اپنے چھوٹے سے تو کے میں بیٹھا پدما کی تندور موجوں کا مقابلہ کر رہا ہے نو کا پدما کی لہروں پر ڈولتا جارہا ہے (کذا) آگے جدھر گھپ اندھیرا اور فضاؤں میں طوفان لرز رہے ہیں اور تاریک دھاروں میں مہیب ناکے منہ پھاڑے بیٹھے ہیں اور ہوائیں بہت تیز ہیں مگر پدھا کے اس بوڑھے فاقہ زدہ ملاح کی کشتی بڑے مزے سے عناصر کا مقابلہ کر رہی ہے کیونکہ عناصر کی بے رحمی اور موت اور خطروں سے اس کی پرانی دوستی ہے۔ آخر جب ہوا کا زور زیادہ بڑھا اور کشتی بار بار ڈوبنے لگی تو سرل نے لالٹین اٹھا کر گھبراہٹ کے ساتھ چاروں طرف نظر ڈالی۔ پیڑ ہم طوفان میں تو نہیں پھنس گئے؟ اس نے پریشانی سے سوال کیا۔"(5)

قرۃ العین حیدر کا ناول "آگ کا دریا" شعوری بہاؤ کی تکنیک کے لحاظ سے انتہائی جامع اور اہمیت کے حامل ہے۔ قرۃ العین حیدر تک یہ تکنیک محدود نہیں بلکہ کافی سارے ناول نگاروں نے ہی اپنے اپنے ناولوں میں سمویا ہے۔ مگر قرۃ العین حیدر اپنی تکنیک اور فن کو سمونے میں انتہائی کامیابی حاصل کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ مہ لغا اعجاز نے بیان کیا ہے:

"اُردو میں اس کو قرۃ العین حیدر اور عزیز احمد نے کامیابی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ شعور کی رو کی یہی تکنیک ان کے مشہور ناول "آگ کا دریا" میں زیادہ واضح اور منظم طریقہ سے پیش کی گئی ہے۔ اس میں انسان کی بنیادی خصوصیات"۔(6)

ڈاکٹر ہارون ایوب "آگ کا دریا" کو تہذیب کے تین ادوار میں تقسیم کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"ناول کے آخری حصہ میں انہوں نے بڑی بے باکی اور جرات مندی کے ساتھ قیام پاکستان پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور اس قومی المیہ پر نہایت مفکرانہ اور موثر انداز سے روشنی ڈالتے ہوئے اس سے پیدا شدہ درد اور کرب کو نمایاں کیا ہے۔ "آگ کا دریا" میں ہندوستانی تاریخ کے مختلف ادوار کا عکس پیش کیا گیا ہے۔ ناول ویدک کال سے شروع ہو کر موریہ خاندان کے دور حکومت مغلوں کا عہد انگریزی سامراج اور پھر ملک کے تقسیم کے واقعات کے تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں ہن دوستانی کلچر کو پیش کرتا ہوا ختم"۔(7)

ناول "آگ کا دریا" میں قرۃ العین حیدر کے اسلامی تہذیب و ثقافت سے منسلک پس منظر اور اثرات کو پیش کرتے ہوئے اشاراتی اور علامتی اور کچھ جگہوں پر وضاحتی طرز کو اپنا لیا ہے۔ کچھ رسم و رواج اور ہندوستانی آداب کا تہذیبی ماحول کے ایک ایسے اثرات تھے۔ جن کو پیش کرتے ہوئے ان کا سلوک سوگوار اور غمگین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسلامی تہذیب

ہندو کے ایک اہم مصر تھی۔ تقسیم کے دوران بہت سے مندر، علم، مساجد، کرداروں نے عزاداری روایات و مزید اور کربلا سامنے نظر آگئی۔ قرۃ العین حیدر نے ہندوؤں کے مابین قائم کردہ آئینی تفاوت کا تذکرہ انسان کا احساس کرتا تھا۔ ان کے لیے کا نتیجہ بھی تھا۔ جن کو دو قومی نظریے کی اساس سمجھ لیا جاتا تھا۔

"اب ڈاکٹر عزیز ہندوستان کا نمائندہ نہیں رہا۔ ہر مسلمان لامحالہ پاکستانی ہے"۔(8)

"آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کے ناول میں تصور کا انداز، تہذیب اور ثقافت، تصوف، شاعری، میوزک فن، سیاست فن عروض، اقتدار، برصغیر پاک و ہند سے مغلیہ سلطنت کے اختتام کی تصویر کشی بہت کچھ پایا جاتا ہے۔ مدرسے کا نام پہلے پہل "المدرستہ الصادریہ" رکھا گیا۔ پہلے پہل مساجد میں مدرسوں کی خدمات ہوتی تھی پھر اس طرح سب سے پہلا مدرسہ چوتھی صدی ہجری میں الگ الگ عمارت میں وجود میں آئی۔ معروف مفکر عالم ناجی معروف تحریر کرتے ہیں:

"جس کی بنیاد شام میں 350ھ میں پڑی ہپانچویں صدی ہجری میں مدرسہ صادریہ کے نہج پر کئی دوسرے مدارس قائم ہوئے جن میں قابل ذکر "مدرسہ بہیقہ" اور "مدرسہ سعدیہ" ہیں کی بنیاد نیشاپور میں پڑی۔ اس کے بعد اسلامی دنیا کا سب سے معروف و مقبول مدرسہ نظامیہ قائم ہوا۔ جس کو سلطان ارسلان سلجوقی کے علم دوست وزیر اعظم نظام الملک خواجہ حسن طوسی نے قائم کیا"۔(9)

گوتم کے عہد میں عجیب و غریب اور حیران کن پس منظر تھا۔ مذہب مشرق نچلے طبقے کا شعور سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی شئے جو کہ فلسفہ ہے حقیقی شئے مابعد الطبیعات تھا، پورے ملک میں نظریات کی فراوانی ہوا کرتی تھی۔ اس ماحول میں جب گوتم کے کان کو ہر قسم کے سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور تہذیبی خیالات کی پکار سنائی دیتی ہے وہاں وہ سوچ کو سامنے لاتا ہے وہ عقل مند بھی ہے، فلسفیانہ بحث اور بات چیت کا پیکر بھی ہے، وہ شاعر بھی ہے۔ ہندوستان کی ثقافتی روح کے درجے سے قرۃ العین حیدر کے خیال میں لے کر پیدا کیا ہے۔ مطلب وہ فنون لطیفہ، علم، تہذیب، ور ادب کے پس منظر کا فقید المثالی کردار ہی ہے۔ ان کی زندگی کا بہت بڑا نقصان چندر گپت موریہ کا مگدھ پر تصادم اور جنگ ہے جو ادھر کی تاریخ، زندگی، رہن سہن، تہذیب و ثقافت کو واپس لا کر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ ایک خطرناک سونامی تھا جو بنی بنائی فضا کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

موریہ حکومت میں خوشحال زمانہ تھا۔ فنون لطیفہ کو بے حد اہمیت حاصل ہوئی۔ تب گوتم بھی امیر باپ کے بیٹوں سے ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرتا۔ قرۃ العیں حیدر کا تیسر ناول "آگ کا دریا" 1959ء میں شائع ہو گیا۔ / یہ شائع ہوتے ہی ان کی معروف اور بلندی پر متاثر ہو گیا۔ اس ناول کا عنوان پہلے دو ناولوں کی طرح تہذیب و ثقافت پر ہونے والے اثرات تقسیم ہند اور اس کے بعد پھوٹنے والے سونامی کا دلدویز بیانیہ ہے۔ ناول "آگ کا دریا" تاریخی شعور کی روح اور ردوبدل کو بیان کرنے والا جو کہ ایک سو ابواب پر شامل ہے درحقیقت برصغیر کی بہت سی ثقافت اور ضخیم ناول پر منحصر ہے۔

ڈھائی ہزار سال پر موجود اس داستان کو سنبھال کے رکھنا کوئی عام ادیب کے بس کی بات نہیں۔ اس وجہ سے قرۃ العین حیدر جیسا مصنف چاہیے تھا جو ملک (وطن) ہندستان کی تہذیب و ثقافت ور سیاست تاریکی از برنہ تھی۔ بلکہ افسانہ میں اس حالات وواقعات کو ایک بلکہ افسانہ میں اس حالات وواقعات کو ایک صورت حال کے سامنے ساد ینے کا شعور بھی آتا تھا۔ قرۃ العین حیدر کا ہندوستان ایک ثقافتی طاقت کی اکائی بھی ہے اور دور سے داخل ہونے والی ثقافت ان کی شکل و صورت میں محض آگے بڑھتے ہی رہے ہیں۔ اس ناول میں اسلوب بیان کو غیر معمولی مقام حاصل ہو گیا ہے۔ یہ تجزیہ ناول کی معنویت اور رمزیت کو ارتقاء ہی سے اپنے پڑھنے والے کو سحر میں زور سے جکڑ لیتا ہے۔

"گو اُس کے پاؤں مٹی میں اٹے تھے، برسات کی وجہ سے گھاس اور درخت زمردے رنگ کے دکھائی پڑ رہے تھے۔ اسوک کی تاریخی اور سرخ پھول گہری ہریالی میں تیزی سے جھلملاتے تھے اور شہر کی ایسی جگمگاتی پانی کی لڑیاں گھاس پر ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں۔ ندی کے پار پہنچے پہنچے بہت رات ہو جائے گی۔ گوتم کو خیال آیا گھاٹ پر کشتیاں کھڑی تھیں، برگت کے نیچے کسی من چلے ملاح نے زور زور سے ساون الاپنا شروع کر دیا۔ آم کے جھرمٹ میں ایک اکیلا فور پر پھیلائے کھڑا تھا۔ مشتاق یہاں سے پورے پچیس کوس تھا اور گوتم نیلم پر کوندی تیر کر پار کرنا تھی۔ گھاٹ پر تین لڑکیاں ایک طرف کو بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان کے ہنسنے کی آواز یہاں تک آرہی تھی۔ لڑکیاں کتنی باتونی ہوتی ہیں۔ گوتم نے سوچا انہیں بھلا کون سے مسئلے حل کرنے ہیں۔ س کا دل چاہا کہ نظر پھیر کر انہیں دیکھ لے خصوصاً اس کیری شادی والی لڑکی کو جس نے بالوں میں چمپا کا پھول اڑس رکھا تھا"۔(10)

مصنفہ نے صورت حال کی منظر کشی میں بھی شاعری ادب و لسان کو نہایت خوبصورت طرز میں تخلیق کیا ہے۔ اسلوب میں خاکہ نگاری اور شعر و شاعری کا یہ موثر انداز ناول کے آغاز سے اختتام تک دکھائی دیتا ہے۔ مصنفہ کے انداز بیان کی سادگی و سلاست و پرکاری اور حقیقت نگاری کے لہجے کی کچھ مثالیں پیش کی ہین۔

"ضبط توازن اور سکون انسان کی تمیز کی قوت اس کو صحیح عظمت عطا کرتی ہے انسان پیدا ہوتے ہیں انسان دکھ اُٹھاتے ہیں انسان کو سرور اور نشاط حاصل ہوتا ہے"۔(11)

ڈاکٹر ممتاز احمد خان لکھتے ہیں:

"انہوں نے جو ہیئت تشکیل دی تھی جس مواد کا انتخاب کر کے اسے پرت در پرت برتا تھا، جن فکری مباحث کو چھیڑا تھا"۔(12)

CC BY

مصنفہ نے اس طرز اسلوب کو بڑی گہرائی سے محسوس کیا۔ اس ناول میں جامع زبان وادب کی صورت حال قرۃ العین حیدر کے تجزیے اور مطالعے کی واقفیت کا ثبوت ہے۔ قرۃ العین کے پاس رویوں کا بے مثل تنوع پایا جاتا ہے جو دنیا قائم ہوئی ان میں ہر چیز بہتر ناموں سے بلائی جاتی ہے اور ہر شخصیات اور کردار اپنے حقیقی لب ولہجے میں بات کرتا ہے۔ داستان کے پس منظر کو تاثر سے اجاگر کرنے کے لیے خاکہ کی حالت قائم کرنے کے لیے کرداری نفسیات سیرت کے اونچ نیچ ظاہر کرنے کے لیے وہ ہر قسم کے اسلوب بیان سے خدمات سرانجام دیتی ہے۔

ہری شنکر جو کہ بدھ بھکشو کے روپ میں جو کہ راج پاٹ، جو آزادی کا متلاشی ہے آنند کر خواتین سے دور رکھنا چاہتا تھا کہ مایا کا زہر اپنے اندر کی رگوں میں سرایت کیں۔ گر تا ہوا گوتم نیلمبر سمندر کے پانی میں ایک بہت بڑے پتھر کو پکڑلیتا ہے لیکن اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ یہ پتھر جس کا تعلق گزرے ہوئے زمانے سے تھا جس کی بہت بڑی کہانی تھی لیکن زماں کا طوفان ان پتھروں سے نہیں رکے گا۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں اور ناولوں میں آزاد اور خود مختار کرداروں سرکا، ستیا نیندانی، ثریا حسین اور چمپلن جب قائم میں ایک چیلنج بن جاتا ہے وہاں بھی کرداری جوش ہوتا ہے کوئی کمی نہیں ہوتی کن کے ذریعے Feminisim کی زیر لہریں احساس دلاتی ہیں۔ ناول "آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کے دیگر ناولوں سے اپنے کینوس وسیع ہونے کے باعث منفرد اور الگ الگ ناول ہے۔ مگر پلاٹ کی تعمیر کا اساسی طرز کار کچھ جذباتی دشمنی سے نظر کی رکاوٹ شاید تمام ناول میں سے منفرد ایک ہے۔ قرۃ العین حیدر کے تمام ناولوں میں قدیم حالات وواقعات کا ماحول ملتا ہے۔ پھر کیا ان ناولوں کی عکاسی قدیم واقعات سے منسلک ہے۔

ناول "آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کا ایک مشہور ناول ہے ناول آگ کا دریا قرۃ العین حیدر کا ایک شہرہ آفاق ناول ہے، اُردو ادب کے بعض اچھے ناولوں میں اُردو ادب میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ 1957ء میں یہ ناول قرۃ العین حیدر نے تحریر کنے کی ابتدا کی تھی اور اس کو شائع ہونے میں دو سال سے زیادہ لگ گئے تھے۔ ناول "آگ کا دریا" دو قومی نظریے کے بانی مصنفوں اور نقادوں کے لیے تنقید نگاروں کے لیے "آگ کا دریا" شروع سے ہی ایک بہترین ادبی ماحول اور پس منظر نہ رہا۔ مگر اس کی فنی خوبیاں اور ایوارڈ دینے میں اور تعریف کرنے میں کبھی بخیل نہیں کیا۔ مصنفہ نے یہ ناول تیس سال کی عمر میں تحریر کیا تھا، بہتر برس کی عمر میں آپ انگریزی میں ترجمہ کیا۔ اُردو ادب میں یہ عجیب وغریب شکل کا ناول تھا جو داستان ڈھائی ہزار برس قبل ابتداء ہوئی ہے اور بیسویں صدی کے درمیان میں داخل ہو کر رک جاتی ہے مگر ان اثرات کے ساتھ چلتے سمندر کی نہریں بہتی رہیں گی۔ تقریباً ہمیشہ تک اور دنیا کے پورے خاتمے کے بعد اگر دنیا دوسری بار پیدا لیتے ہیں تو پھر کتھا دوبارہ سے آغاز کر دے گی۔ گوتم نیلمبر کی یہ کہانی چار ادوار میں منقسم ہو سکتی ہے۔ پہلا دور جو کہ چندر گپت موریا کے عہد سے تعلق رکھتا ہے تقریباً چار سو سال پہلے۔ دوسرا عہد جو کہ لودھی حکومت کے ختم ہونے تک اور مغلوں کے داخل ہونے سے ابتداء ہوئی تیسرا عہد ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہد سے شروع ہوتا ہے۔

1930ء کے قریب قریب چوتھا اور آخری عہد ناول کا آاز ہوتا ہے۔ قرۃ العین کے خیال میں پہلے تین ادوار میں چھپک نام کی عورت جو ایک وزیر کی لڑکی ہے مگر جو بادشاہ سے ان کا رشتہ طے ہوا ہے وہ راج تج کر بدھ بھکشو ہو جاتا ہے دوسرے عہد میں یہ عورت ایودھیا کے پنڈت کی ہمشیرہ کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔ ہندوستان اس وقت تک اسلامی حکومت کی داغ بیل پڑ چکی ہوتی ہے۔ ہماری مرکزی اصل ہیروین بودیا کی قسم عالم سید منصور کمال الدین کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے اور مسلمان ہونے سے اسلام بھی قبول کرتی ہے مگر سیاست پر گیا ہوا منصور کمال الدین جو کہ کہیں بھی اور کبھی بھی واپس لوٹ کر نہیں آتا۔ عورت اس کی منتظر ہو کر پوری حیاتی بسر لیتی ہے اور بالآخر سنیاسن کر کسی ویرانے کا سفر اختیار کر لیتی ہے۔

تیسرے عہد میں یہ خاتون اودھ کی بہت تیز طوائف اور قابل لائق فائق کے طرز میں نمودار ہوتی ہے۔ جن کی مجلس میں مسلمان شرافیہ اور انگریز بادشاہ لوگ آکر بیٹھ جاتے ہیں ان سب میں ایک نام کا منصور کمال الدین ایک آدمی دوبارہ سے شامل تھا۔ مگر طویل کو محبت ہو جاتی ہے ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک باوفا نوکر گوتم نیلمبر تو ہے۔ مگر اس زمانے میں عورتیں ریلوے اسٹیشن پر کھری انتظار کرتی دکھائی دیتی ہیں اور کلکتہ سے واپس آتے آتے گوتم واپس آتا ہی نہیں آخری میں جاتے ہی وہ تمام طوائفوں کی سردار بن جاتی ہے۔

آخری عہد کی چمپا احمد ایک مسلم لیگ جو کہ وکیل کی لڑکی ہوتی ہے وہ اپنے زمانے کے گوتم نیلمبر سے محبت کرتی ہے مگر اس کو وہ حاصل نہیں کر سکتی۔ مسٹر پشلے انگلستان میں رہنے کے دور میں محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے مگر وہ بھی اس کو حاصل نہیں کر پاتا۔ بالآخر وہ اپنے باپ دادا کے وطن بنارس لوٹ جاتی ہے۔ ہر عہد میں چمپا کچھ بدل جاتا ہے۔ ڈھائی ہزار برس قبل وہ چمپکھنی ہوتی تھی اسلامی عہد میں وہ چمپاوتی بن جاتی ہے اس کا تیسرا عہد اودھ میں آغاز ہوا تو وہ چمپا جان بن کر اجاگر ہوئی اور آخر عہد میں چمپا احمد بن گئی۔ یوں منصور کمال الدین طالع آزما قبیلے کے ساتھ نیشاپور سے برصغیر پاک وہند داخل ہوتا ہے جون پور کے دربار میں ترجمہ کرنے والے کے انداز میں خدمات سرانجام دیتا ہے اور چمپاوتی کی محبت میں سرشار ہو جاتی ہے۔

جون پور کے سکندر لودھی کی عسکری نے اینٹ سے اینٹ بجادی۔ حملے کے دوران کمال الدین اور چمپا آپس میں ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں کمال الدین چمپا کو تلاش کرنے میں بھرپور جدوجہد نہیں کرتا۔ وہ بے جہتی کی دنیا میں وہ چشتیہ کے ذریعے بھگت، صوفی اور بھکشو کے پھیلوں سے ملتے ہیں۔ آخر کار وہ بنگال داخل ہو کر رہتا ہے اور ایک

CC BY

سجاتا دیوی خاتون سے شادی کرنے کے بعد مزدوروں کی سادگی والی زندگی گزارنے کا آغاز کرتا ہے۔ منصور کمال الدین کا بڑا لڑکا جو کہ مغل دربار میں نوکری کرتا ہے جن سے کمال کو دھوکے باز کہا جاتا ہے اور شیر شاہ سوری کی فوج اس کو موت کے منہ لے جاتے ہیں۔

منصور الدین اگلے عہد میں دو مختلف شخصیات کے طرز سے نمایاں ہوتے ہیں۔ منصور بنگال کا ایک غریب ہے اور منصور کمال الدین اودھ کا آبائی جاگیر دار ہے یہ کمال اودھ کی طوائف چمپا کا مداح ہوتا ہے اور نیا گوتم نیلمبر کا دوست مگر 1957ء کی جنگ کا آغاز ہوتا ہے جن کے باعث چمپا جان کا ڈیرا برباد ہو جاتا ہے وہ گلی گلی بھیک مانگتی پھرتی ہے۔ چوتھی داستان کا منصور کمال کیمبرس سے لوٹ کر لکھنو چلا جاتا ہے۔ تو وہ ادھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور نسل کی ساری جائیداد متروکہ جائیداد تسلیم کرکے کہا جاتا ہے وہ پاکستان کا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ ڈھائی ہزار سال پر منحصر اس داستان کو دیکھنا اور خیال رکھنا ہر کوئی ادیب نہیں کر سکتا۔ قرۃ العین حیدر جیسی ادیبہ چاہے جو کہ ہندوستان سرزمین تہذیبی و ثقافتی و سیاسی تاریخ از برنہ تھی بلکہ افسانہ میں بھی قدیم تاریخ کو صورت حال کے طریقے پر بتنے کا شعور بھی اجاتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند قرۃ العین حیدر کا ایک پختہ ثقافتی و تمدنی سیاسی اکائی ہے اور دور سے داخل ہونے والے ثقافت اس کی رنگینی میں محض مذہبی ترقی کرتے رہے ہیں۔ اس اعتبار سے ثقافتی تنوع کا یہ خیال تو نیا نہیں ہوتا کہ رابندر ناتھ ٹیگور اور جواہر لال نہرو سے قبل تفصیلاً اقرار کر چکے ہیں مگر ایک مقبول ناول کے نظریاتی یہ خیال پہلی بار اس تفصیل کے ساتھ قائم کی گئی ہے۔ اس ناول میں مصنفہ کا اساسی مسئلہ وہی ہے کہ سماج تبدیل ہوتا ہے اقدار بھی تبدیل ہوتی رہتی ہیں مگر جو چیز ہمیشہ کے لیے وہ غم کا وقت اور پل ہیں جو اس زمانے میں پیدا ہوتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کے سامنے فرد اور معاشرہ کے درمیان کشمکش اور لڑائی جھگڑے ہمیشہ سے قائم و دائم ہیں۔ مصنفہ کے تمام ناولوں میں ابتدا سے انتہا تک قائم و دائم ہے۔ پہلے تین ناولوں میں پلاٹ کی صورت شاید ایک ہی جیسی ہے۔

شعور کی رو کی تکنیک کی اول خوبی یہ ہے کہ آدمی کی باطنی کردار کو بیان کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے اس حوالے سے فن کار کردار کے نفسیات میں جا کر اس کے احساسات اور ذہنی خیالات کو بیان کرتا ہے۔ ایسی شکل میں احساسات اور فن کار کو بیان کرتا ہے اس طرح کے پس منظر میں فنکار کا امر یہ نہیں ہوتا کہ وہ زندگی کی یوں عکاسی کو بیان کرتا ہے۔ تاہم اس طرح کی حالت میں جو نتائج سے اقتباس ہو بلکہ ناول نگار کے کرداری ذہن میں اجاگر کرنے والے لحہ بہ لحہ خیالات اور احساسات ان کی نفسیات میں قائم ہونے والی اُردو بدل کر بیان کرتا ہے۔

لکھنو میں قرۃ العین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" پھر ایک دفعہ رونما ہوتا ہے لیکن یہ لکھنو کے آل رضا لکھنو سے بالکل منفرد ہے یہ ایک جدید لکھنو ہے اس کا رویہ بالکل الگ ہے۔ پرانے ہندوستان کے قائم ہونے سے ناول "آگ کا دریا" کا بھی آغاز ہوتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے تینوں ناول درحقیقت ایک ہی پس منظر کی تین کڑیاں ہی ہیں وہ ساری بحث جو کہ ناول "میرے بھی صنم خانے" میں پیچھے رہ گئی تھیں وہ ناول "صفینہ غم دل" کا سیاق و سباق کی وسعت، وضاحت اور ترامیم کے ساتھ ساتھ اس ناول میں شامل ہے۔ لکھنو کا تذکرہ تینوں ناولوں میں ہے تینوں ناولوں کے گرد جو کہ ایک جیسا سوچتے اور ایک ہی جیسی گفتگو کرتے ہیں اور ایک جیسے ہی الگ ہوتے ہیں۔ یہ تمام جذباتی کردار ہیں، اس ناول میں محض تفریق یہ ہے کہ ان شخصیات کو بہت یادگار گزرا ہوا زمانہ بھی صبر کر دیا گیا۔

قرۃ العین حیدر کے بعض تانیثی کردار اختتام پذیری کے مفاہمت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کے ہاں یہ سچائی نمایاں ہوتی ہے کہ ان کے ہاں ہمیں تانیثی کردار اس معاشرے اور کائنات میں پیدا ہوتے اور نشو و نما سے تربیت پاتے ہیں۔ وہ بڑی بڑی ڈگریوں سے مستفید ہوتے ہیں اور ہندوستان کے بڑے اور درمیانے درجے کی تدریس خواتین کو بیان کرکے یہ وضاحت کر دی کہ تانیثی استحصال کا موجب ان کا جاہل پن اور لاشعوری نہیں ہے بلکہ وہ مردوں کا خصوصی نفسیات پر توجہ مرکوز ہے جو باشعار اور فیتن ہونے کی بدولت ان کو اپنے سامنے لا کھڑا کرنے سے مناسب نہیں سمجھتے۔ وہ ہر لحاظ سے ان کو مساوی حقوق دینے کے لیے رضامند نہیں۔ قرۃ العین حیدر جان کی منظر کشی کے کاہنی ساری Suggestive طرز میں اپنے ناول کا اختتام کرتی ہے۔

قرۃ العین حیدر "آگ کا دریا" ناول میں تصور کا انداز، صوفی، تہذیب و ثقافت شعر و شاعری، اقتدار، فنون، مغلوں کی حکومت برصغیر سے اختتام تک کے مناظر شامل ہیں یا ناول کی جزئیات نگاری اور بیانیے میں تہذیب کی منظر کشی کا انتہائی توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ مسلمان اور مقبول کردار اس ناول "آگ کا دریا" میں ابوالمنصور کمال الدین کا ہے جو کہ اسلام کی تہذیبی و ثقافتی رہنمائی کرتا ہے وہ برصغیر میں بغداد سے داخل ہوا وہ ایک قلم عرب اور صاحب سیف جوان بھی ہے انہوں نے تدریسی نظام کو مکمل کرنے کے بعد ابن خلدون، ابن بیان رازی، غزالی اور ابن رشید کے سوا شاید ہر تذکرے کی سوچ سے اپنا رشتہ قائم کر لیا ہے۔

برصغیر داخل ہونے کے بعد اس نے سلطان حسین شرقی نوکری میں شمولیت حاصل کرلی۔ وہ ان کی لائبریری کا سربراہ منتخب ہوا۔ قرۃ العین حیدر اس شخصیت کو اس قدر پہچان کراتی دکھائی دیتی ہیں۔

"میرا کام فلسفہ دانی ہے اور۔۔۔ اس نے ذرا رک کر کہا میری ماں ایرانی تھی اور ایران والے، اوبے وقوف لڑکی"۔(13)

OPEN ACCESS

پورے عالم کو اسلام نے کلچر کے جدید طرز اسلوب سے روشناس کرایا۔ شعور کو حاصل کرنا اور اس سے مستفید کا ایک جدید مقام و حیثیت قائم کیا۔ ابو المنصور کمال الدین اسلامی کلچر کے بانی کے درجے سے شعور کے ان سب طبقوں سے فائدہ مند ہو چکے ہیں جو اس عہد میں مصروف بھی تھے اور ہر سمت ایک جیسی مقبولیت حاصل تھی۔ وہ اپنا تعارف اس قدر نمایاں کرتا ہے۔

"ایران کے فخر الدین رازی اور اندلس کے ابن راشد اور ابن رشد اور ابن العربی کا مفصل مطالعہ کر چکا تھا"۔(14)

یہ وہ عہد تھا جب تعلیم کو حاصل کرنے کے لیے بہت دور دور تک طالب علم سفر کیا کرتے تھے۔ سیر و تفریح کو تعلیم کے حاصل کرنے کا عظیم رتبہ سمجھا گیا اور طالب علم کے مقابلے میں وہ کردار مثالی نمونہ اور بانی کے تھے جو پوری کائنات اور ان کی صعوبتوں سے واقف تھے۔ بغداد میں بائیس بائیس برس کی عمر تک علم کے حصول کے بعد اندر ہی اندر ابن خلدون کو خود گرد و تعلیم کر کے اس نے یہ ارادہ کیا کہ اسلامی اقوام کے حالات و واقعات تحریر کیے۔ وہ ہندوستانی حکومت میں تہذیبی میں عالی شان ایک اہم مرکز قرار دی جا چکی ہے۔

اسلام کے لیے برصغیر میں صُوفیا کرام کی فتح کی وجہ سادہ اسلامی علوم درس و تدریس اور محبت کا پیکر تھی۔ مذہبی زبردستی اور تشدد پر گوتم بدھ نے ضرب کاری کی مگر صوفیا کرام نے استقامت کے پانے سے انسانی تفریق اور رجحانات کی قید سے رہا کر دیا۔ صوفیا کرام کے درس و تدریس اور انسانی ہمدردی اور اخلاق کا سبق دیتی ہے۔ یہ خلوص اور رواداری کا سبق مذاہب کی زنجیروں سے دور تھا۔

قرۃ العین حیدر اس ناول میں اسلامی کلچر کی تخلیقی ی جز کو وضاحت میں بیان کیا ہے۔ ناول "آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کے اسلامی کلچر (تمدن) سے منسلک پس منظر اور اثرات کو پیش کرتے ہوئے اشاروں اور غلامی اور کچھ جگہوں پر تفصیل منتخب کیا ہے۔ کچھ رسم و رواج برصغیر کے ثقافتی ماحول کے ایک ہی جیسے اثرات تھے۔ قرۃ العین حیدر نے ناول "آگ کا دریا" میں حالات واقعات سے ہونے والے عہد کی بہت کم وضاحت کے تہذیبی و تمدنی دھاروں پر موجود ہے جنہوں نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو زندگی بخشی اور نہ ختم ہونے والی قربانیوں کی کہانیاں تحریر کیں جس کو قرۃ العین حیدر نے بخوبی صلاحیتوں سے بیان کیا ہے۔

ناول "آگ کا دریا" قرۃ العین حیدر کے تحریر کرنے کے متعلق پنڈوور جینا وولف کے اثرات سے دلچسپی لیتی ہیں۔ اس ناول میں زمانے انقلاب کے آغاز میں نہایت خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ پرانے دور کا گوتم بدھ نیلمبر جو کہ محض سمندروں کو تیر کر گزرا کرتا تھا اور اختتام میں بھی ان کو دریاؤں سے گزرتا ہوا تصویر کشی کی۔ ناول آگ کا دریا کا تجزیہ کرنا ان سب کے لیے بہت کٹھن ہے، جو ان کے بیان کردہ ناولوں کا جائزہ لے چکے ہیں۔ ان کے یہ تینوں ناول ایک اساسی روحانیت رکھتے ہیں۔

اس ناول میں شعور کے رو کی طرز والی مثالیں بہت دکھائی دیتی ہیں۔ قرۃ العین حیدر اپنے ناولوں میں ہمدردی و احساس کے حوالے سے فن کے پیکر کو قائم کیا ہے اپنے ناولوں میں بہت سے پہلو بہت خوشگوار اسلوب کے طرز میں پیش کیا ہے۔ اپنے ناولوں میں زبان و ادب کو مختصر اور نرمی کے ساتھ پیش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔

CC BY

حوالہ جات

1۔ میمونہ انصاری، ڈاکٹر، آگ کا دریا، مشمولہ تنقیدی زاویے، (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، 1989ء)، ص99

2۔ مولا بخش، پروفیسر، وہاب اشرفی، فکشن کی تیسری آنکھ کا ناقد، (اذکار) ص94، 95

3۔ ابو الاعجاز صدیقی، کشاف تنقیدی اصطلاحات، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،)، ص13

4۔ آل احمد سرور سرور، مرتبہ، (لاہور: فکشن ہاؤس،) ص228، 229

5۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1989ء)، ص166

6۔ شریف اعجاز، نقوش، ادب، ص337

7۔ ہارون ایوب، ڈاکٹر، اُردو ناول پریم چند کے بعد، ص179

8۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2016ء)، ص414

9۔ ناجی معروف، بحوالہ نشاۃ المدارس المتقلۃ فی الاسلام بغداد، (مطبعہ الازہر: 2016ء)، ص5

10۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2002ء)، ص1

11۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1989ء)، ص664

12۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اُردو ناول (ہیئت، اسالیب اور رجحانات)، (لاہور: انجمن ترقی اُردو، دوسرا ایڈیشن، 2008ء)، ص109

13۔ قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2010ء)، ص85

14۔ ایضاً، ص118

OPEN ACCESS